جماعتِ اسلامی کا
حملہ
اُمت سے لے کر پیغمبر تک سبھی نشانے پر!
شائع کردہ
آل انڈیا جماعت رضائے مصطفےٰ

جماعت اسلامی کا حملہ

اُمت سے لے کر پیغمبر تک سبھی نشانے پر!

ازافادات رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان

تسہیل وترتیب از مولانا عبدالعزیز رضوی

(پہلا ایڈیشن: جمادی الآخر ۱۴۳۰ھ جون ۲۰۰۹ء)

شائع کردہ:

آل انڈیا جماعت رضائے مصطفٰے

پیش لفظ

اللہ رب العزت نے دنیا بنائی اور اس کی بہتری اور عمدگی کیلئے نظام بھی متعین فرمایا تاکہ اس نظام اور ضابطے کے ذریعہ صحیح اور غلط، کھرے اور کھوٹے میں فرق ہو سکے اور صحیح اور کھرے کو اللہ جل جلالہ کی رحمت اور نعمت اور غلط اور کھوٹے کو اس کی لعنت اور عذاب مل سکیں اور اس نظام اور ضابطے کا نام اسلام رکھا اور فرمایا:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُط (القرآن) ترجمہ: اسلام ہی اللہ جل شانہ کے نزدیک پسندیدہ دین ہے۔

اور فرمایا:

وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًاط (القرآن) ترجمہ: اور میں تمہارے لئے دین کے طور پر اسلام سے راضی ہوا۔

ان دونوں آیتوں میں لفظ اسلام آیا ہے اور جب یہ آیتیں نازل ہوئیں اس وقت کے مخاطب کون لوگ تھے؟ ظاہر ہے کہ صحابۂ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی ان آیتوں کے مخاطب تھے۔ تو پسندیدہ اسلام اللہ جل مجدہ کی بارگاہ میں انھیں کا ہوا اور انھیں کے اسلام سے اللہ نے اپنی رضا کا اظہار فرمایا۔ پھر اللہ جل مجدہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے فرمانِ عالیشان سے انھیں کے اسلام کو ہدایت قرار دیا:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ (الحدیث) ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں جس کی بھی پیروی کرو ہدایت پا جاؤ گے۔

اور فرمایا: مَااَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ (الحدیث) ترجمہ: (نجات کا راستہ) وہ ہے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔

اب واضح ہوا کہ صحابہ کا اسلام ہی نجات ہے اور وہی صحیح اور کھرا نظام ہے اور اسی کو اللہ جل جلالہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے رضا وخوشنودی حاصل ہے اور یہی مطلوب بھی ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی نظام چاہے جس نام سے موسوم ہو، مردود اور باطل ہے اور جب صحابۂ کرام ہی کا ایمان و اسلام ایمان اور ہدایت کا معیار رہا تو صحابۂ عظام تنقید سے بالاتر ہوئے اور ان پر تنقید کرنے والا گویا خدا تعالیٰ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تنقید کرنے والا ہوا اور خارج از اسلام ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ط اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ط

(القرآن) ترجمہ: اور جب ان منافقوں (یہودیوں) سے کہا جاتا ہے کہ اسلام لاؤ ویسا جیسا اور لوگ (صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) لائے تو کہتے ہیں: کیا ہم ایمان لائیں ویسے جیسے بے وقوف لوگ ایمان لے آئے۔ سنو بیشک وہ ہی بے وقوف ہیں لیکن انھیں اس کا علم نہیں۔

دیکھو اس آیت میں دو باتیں قابل غور ہیں۔

۱) یہ کہ اس آیت کے نزول کے وقت امن الناس میں لفظ "الناس" سے مراد کون لوگ ہیں؟ تو ظاہر ہے کہ وہ خوش نصیب صحابہ کرام ہی ہیں جو پیغام اسلام ملتے ہی دامن اسلام میں آ گئے اور اللہ جل جلالہ نے انہی خوش نصیبوں کے ایمان کی طرح ایمان لانے کا مطالبہ کیا اور یہود "اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ" کہتے رہے اور اللہ تعالیٰ "وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ" فرماتا رہا۔

کیونکہ یہود کا ایمان لانا (اللہ اور آخرت پر) صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے ایمان لانے کی طرح نہ تھا اسلئے مقبول نہ ہوا اور منہ پر مار دیا گیا۔

۲) یہ کہ کافر یہودیوں نے صحابۂ کرام کو سفہا یعنی بے وقوف کہہ کر ان پر تنقید کی اور اللہ جل شانہ نے ان کافروں کو سفہا یعنی بے وقوف بتایا اور ایسا بیوقوف بتایا کہ ان کو اپنی بے وقوفی کا علم تک نہیں ہے۔

پتہ چلا کہ صحابہ رضی اللہ عنھم کی ذات، ان کا اسلام، ان کا ایمان اور ان کا کردار تنقید سے بالاتر اور ان پر تنقید اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تنقید ہے۔ جو تنقید کرنے والے کے منہ پر قرآن و حدیث کی طرف سے ماردی جاتی ہے اور وہ تنقید کرنے والا خود تنقید کئے جانے کے لائق

رہتا ہے ۔جماعت اسلامی ایک ایسی ہی جماعت ہے جس نے صحابہ وتابعین ، ائمہ مجتہدین ، مفسرین ومحدثین سب پر تنقیدیں کی ہیں یہاں تک کہ اس جماعت کے امیر ابوالاعلیٰ مودودی نے رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، خلفائے راشدین وائمہ مجتہدین وصوفیائے کرام رضی اللہ عنھم اور قرآن وحدیث سب کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا اور اپنے خیال میں ایک نئے اسلام کی بنیاد ڈالنے پر زور دیا ہے اور آپ کو اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ خدا اور رسول کو پسندیدہ اسلام کے طور پر صحابہ کا ہی اسلام منظور ہے اور تنقید کرنے والے خود تنقید کے لائق ہیں ۔یہی سب کچھ آپ کو اس کتاب میں دیکھنے اور پڑھنے کے لئے پیش کیا جارہا ہے ۔آپ خود فیصلہ کریں کہ اللہ ورسول کی اطاعت میں بھلائی ہے یا ’’عقل کے فاتر اور پاگل مودودی‘‘ کی حمایت میں ۔

اللہ تعالیٰ اس رسالے کو اہل ایمان کے لئے فائدہ مند بنائے اور بے ایمان لوگوں کیلئے ہدایت کا ذریعہ بنائے ۔آمین ۔

☆☆☆

اصل مضمون کیلئے ورق الٹیں !

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

ترے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا   وہ کیا بھٹک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

اسلاف و بزرگان دین کو برا کہہ کر دین کی خدمت نہ کبھی ہوئی ہے نہ ہوگی۔ زبان وادب کے چٹخاروں سے لذت شناس نوجوانوں پر مشتمل ایک ٹولی تو بن سکتی ہے لیکن ان لوگوں کے دلوں میں جگہ نہیں بنائی جاسکتی جن میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور محبوبان خدا کی عظمت و احترام کا صحیح جذبہ موجود ہے۔ جماعت اسلامی جس لٹریچر کو عام کر رہی ہے اسکی تعلیم یہ ہے کہ نہ صرف بزرگان دین بلکہ صحابہ کو بھی تنقید سے پاک نہ سمجھو۔ اردو کی چند کتابوں کا مطالعہ اور معمولی سوجھ بوجھ کے بعد شاہ ولی اللہ، مجدد الف ثانی، امام اعظم ابوحنیفہ، اور امام شافعی جیسے عمائد و اکابر پر کھلے عام تنقید کرو۔ مگر ہاں! مولانا مودودی کا مقام اسلام کی ان سب مقدس ہستیوں سے بڑھ کر آسمان کی ان بلندیوں پر سمجھو جہاں تنقید کا تیر چلایا نہیں جاسکتا۔

دراصل جماعت اسلامی نے اسلام کو اپنی میراث سمجھ رکھا ہے اور اس وہم میں مبتلا ہے کہ اسلام کو جس طرح وہ سمجھ سکتی ہے اور کوئی نہیں سمجھتا۔ جماعت اسلامی قرآن وسنت کا نام صرف دکھاوے کیلئے لیتی ہے۔ اسکا اصل مقصد سلف صالحین کے عقیدوں سے ہٹ کر ایک نئے مذہب کو عام کرنا ہے اور اُسی پر لوگوں کو چلا کر دوزخ میں پہنچانا ہے۔ جماعت اسلامی جو نیا اسلام پیش کرنا چاہتی ہے اسے لوگ اُسی وقت قبول کریں گے جب پرانے اسلام کی بنیادوں کو گرا دیا جائے اور مسلمانوں کو یہ یقین دلا دیا جائے کہ چودہ سو سال کا جو اسلام تم لیے پھرتے ہو وہ عمل کے قابل نہیں اور اس کے ذریعے نجات ممکن نہیں اسلئے اس میں تبدیلی ضروری ہے۔ جماعت اسلامی تبدیلی کے اس عمل کو انشاء پردازی، اقامت دین کے نعروں اور

یورپی طرز کے پروپیگنڈوں کے پردوں میں چھپانے کی کوشش کرتی ہے۔اس تبدیلی کی خاص وجہ خوف خدا کی کمی اور نفسانی خواہشات کی پیروی ہے اور عوام میں بھی ان دو بیماریوں میں مبتلا لوگوں کی کمی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اس کا شکار بن رہے ہیں۔اپنے مقصد کو حاصل کرنے کیلئے جماعت اسلامی نے امت کے بزرگوں اور پیشواؤں کی عقیدت اور بھروسے کو مسلمانوں کے دلوں سے ختم کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنے لٹریچر میں بزرگان دین سے لے کر صحابۂ کرام تک بلکہ قرآن اور صاحب قرآن یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی تنقید کے نشانے پر لائے بغیر نہیں چھوڑا ہے۔آیئے سب سے پہلے جماعت اسلامی کے بانی مولانا مودودی کے بے لگام مزاج کا ایک عام انداز ملاحظہ فرمایئے۔ایک خط کے جواب میں مودودی صاحب لکھتے ہیں:

''میرا طریقہ یہ ہے کہ میں بزرگان سلف (پہلے کے بزرگوں) کے خیالات اور کاموں پر بے لاگ تحقیقی وتنقیدی نگاہ ڈالتا ہوں۔جو کچھ حق پاتا ہوں اسے حق کہتا ہوں۔اور جس چیز کو کتاب وسنت کے لحاظ سے یا حکمت عملی کے اعتبار سے درست نہیں پاتا اسے صاف صاف نادرست کہہ دیتا ہوں۔'' (رسائل ومسائل ج ا۔ص ۳۹۶)

آسمان کی ایک ''معصوم وبرتر ہستی'' کی حیثیت سے مولانا مودودی نے ''زمین کے خطاکرنے والے انسانوں'' پر جو ''بے لاگ نکتہ چینی'' فرمائی ہے اب اس کی تھکا دینے والی فہرست ذیل میں ترتیب وار ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) امام ربانی مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ صاحب پر نکتہ چینی:

گیارہویں صدی کے مجدد امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مولانا مودودی ایک جگہ لکھتے ہیں: ''پہلی چیز جو مجھ کو حضرت مجدد الف ثانی کے وقت سے شاہ صاحب اور انکے خلفاء تک کے تجدیدی کاموں میں کھٹکی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے تصوف کے بارے میں مسلمانوں کی بیماری کا پورا اندازہ نہیں لگایا

اوران کو پھر وہی غذا دے دی جس سے مکمل پرہیز کرانے کی ضرورت تھی۔"(تجدید واحیائے دین۔ص۴۳)

حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہم الرحمۃ الرضون نے مسلمانوں کو ولیوں اور صوفیوں سے محبت کرنے کا جو سبق دیا وہ مودودی صاحب کو کھٹک رہا ہے اور انھوں نے اس اچھے کام کو بیماری تک لکھ دیا۔

(۲) حجۃ الاسلام سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی:

دنیائے اسلام کے بزرگ پیشوا امام غزالی پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"امام غزالی کے تجدیدی کاموں میں علمی اور فکری حیثیت سے چند نقائص (عیب) بھی تھے اور وہ تین عنوانات پر تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔ ایک قسم ان نقائص کی جو حدیث کے علم میں کمزور ہونے کی وجہ سے اُنکے کام میں پیدا ہوئے۔ دوسری ان نقائص کی جو ان کے ذہن پر عقلیات کے غلبے کی وجہ سے تھے اور تیسری قسم ان نقائص کی جو تصوف کی طرف ضرورت سے زیادہ مائل ہونے کی وجہ سے تھی۔"(تجدید واحیائے دین،ص۴۵)

امام غزالی پر نکتہ چینی کا اس سے بھی زیادہ گہرا رنگ دیکھنا چاہتے ہوں تو مولانا مودودی کے پرانے دوست مولانا امین احسن اصلاحی کا یہ سنسنی خیز بیان پڑھئے:

"امام غزالی کے نام ہی سے لوگ مرعوب ہیں وہ جو چاہیں انھیں بنا کر رکھ دیں۔ وہ فلسفہ یونان کے چکر سے اخیر تک نہ نکل سکے۔ انھوں نے حقیقت نبوت سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ امام غزالی کی شہادت ہم کو کیا مطمئن کر سکتی ہے؟"(ترجمان القرآن ج۸۷۔ص۳۴۴)

سیدنا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مودودی صاحب اور اُن کے ساتھی یہ رائے دے رہے ہیں کہ انھوں نے نبوت کی سچائی سمجھنے میں غلطی کی اور ان کی گواہی ہم کو اطمینان نہیں دلا سکتی۔ جبکہ یہ بات جگ ظاہر ہے کہ سیدنا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کی تبلیغ اور مسلمانوں کی اصلاح کے لئے جتنی محنت کی ہے ان کے دور میں شاید ہی کسی نے اتنی محنت کی ہو۔

(۳) محققین اسلام پر نکتہ چینی:

امت کے وہ عظیم الشان علماء و بزرگان دین جنکی علمی خدمات آج بھی ہمارے لئے ہدایت کا ذریعہ ہیں۔ان پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مولانا مودودی ایک جگہ لکھتے ہیں: اسلام میں ایک نشاۃ جدیدہ کی ضرورت ہے پرانے اسلامی مفکرین و محققین کا سرمایہ اب کام نہیں دے سکتا۔دنیا بہت آگے بڑھ چکی ہے۔(تنقیحات۔ص ۱۵)

یعنی مولانا مودودی کے مطابق مسلمانوں کو اب اپنے پرانے بڑے بڑے علماء اور بزرگوں کی تعلیمات اور باتوں سے کوئی فائدہ نہیں مل سکتا۔ معاذ اللہ! اگر یہی بات ہے تو بتایا جائے کہ سوائے مولانا مودودی اور اُنکے ماننے والوں کے علم وفکر کی یہ نئی دولت امت کو اور کون دے سکتا ہے؟

(٤) قدیم مصنفین اسلام پر نکتہ چینی:

وہ مشاہیر اسلام جنھوں نے خدا کی عنایت اور اسکی دی ہوئی بصیرت کی روشنی میں قرآن و حدیث کے مطلب کو سمجھایا اور دین کا علم آسان انداز میں ترتیب دے کر اُمت کے سامنے پیش کیا۔ان پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مولانا مودودی لکھتے ہیں:

''اصول فقہ، احکام فقہ، اسلامی معاشیات، اسلام کے اصول عمران اور حکمت قرآنیہ پر جدید (نئی) کتابیں لکھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ قدیم (پرانی) کتابیں اب درس و تدریس کیلئے کارآمد (فائدہ مند) نہیں ہیں۔''(تنقیحات ص ۲۱۳)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''قرآن کے لئے کسی تفسیر کی حاجت نہیں۔ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے جس نے قرآن کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا ہو۔''(تنقیحات۔ص ۳۱۲)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ''قرآن و سنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم (سب سے اہم) ہے مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیرے سے نہیں۔'' (تنقیحات۔ص ۱۱۴) معاذ اللہ!

یہاں مودودی صاحب قرآن پاک کی تفسیر کرنے والے علماء ومفسرین کے علمی ورثوں اور کتابوں پر کس طرح حملہ کررہے ہیں اور لوگوں کو اُنکے علمی خزانے سے دور کررہے ہیں۔ ہمیں بتایا جائے کہ جب تک کوئی نیا رسول پیدا نہ ہو تفسیر وحدیث کا نیا ذخیرہ کہاں سے آسکتا ہے۔ دیکھنا چاہئے آگے کیا گل کھلتا ہے۔

(۵) محدثین کرام پر نکتہ چینی:

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیمتی ارشادات اور مقدس حدیثوں کو لوگوں تک پہنچانے کی عظیم خدمت انجام دینے والے بلند مرتبہ محدثین کرام جنھوں نے جگر کا خون جلا کر حدیثوں کا ذخیرہ جمع کیا اور اس فن کو اسلام کا ایک عظیم الشان فن بنادیا۔ ان پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مولانا مودودی ایک جگہ لکھتے ہیں: ہم نے کبھی اس خیال کی تائید نہیں کی کہ ہر شخص کو ائمہ حدیث (حدیث کے اماموں) کی اندھی تقلید کرنی چاہئے یا ان کو غلطی سے مبرا (پاک) سمجھنا چاہئے۔ نہ ہم نے کبھی یہ دعویٰ کیا کہ ہر کتاب میں جو روایت قال رسول اللہ سے شروع ہو اس کو آنکھ بند کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث مان لیا جائے۔ (تفہیمات مطبوعہ حیدرآباد۔ ص ۲۸۶)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''محدثین پر اعتاد (بھروسہ) کرنا کہاں تک درست ہے وہ بہر حال تھے تو انسان ہی۔ انسانی علم کیلئے جو حدیں فطرۃً اللہ نے مقرر کر رکھی ہیں ان سے آگے تو وہ نہیں جاسکتے تھے۔ انسانی کاموں میں جو نقص فطری طور پر رہ جاتا ہے اس سے تو انکے کام بھی محفوظ نہ تھے۔'' (تفہیمات۔ ص ۲۹۲)

ایک خط کے جواب میں لکھتے ہیں:

''محدثین جن بنیادوں پر احادیث کے صحیح یا غلط یا ضعیف (کمزور) وغیرہ ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں اُنکے اندر کمزوری کے مختلف پہلو، میں اپنے مضمون ''مسلک اعتدال'' میں بیان کر چکا ہوں۔ جن امور (باتوں) کو میں نے وہاں نظیر (مثال) میں پیش کیا ہے وہ بیشتر علامہ ابن عبدالبر کی

کتاب ''جامع بیان العلم'' سے ماخوذ (لی گئی ہیں) ہیں۔ آپ براہِ کرم مجھے بتایئے کہ فی الواقع کمزوری کے وہ پہلو فنِ حدیث میں موجود ہیں یا نہیں؟ اگر موجود ہیں تو پھر آخر آپ حضرات محدثین کی آراء (رائے) پر ایمان لانے کا مطالبہ کیوں اس شد ومد (شدت) سے کرتے ہیں؟''
(رسائل ومسائل ج ۱۔ص ۲۳۰)

ایک سوال کے جواب میں فنِ حدیث کے نظام عمل کو ختم کرتے ہوئے لکھتے ہیں: آپکے نزدیک ہر اُس روایت کو حدیث رسول مان لینا ضروری ہے جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے۔ ہم سند کی صحت کو حدیث کے صحیح ہونے کی لازمی دلیل نہیں سمجھتے۔(رسائل ومسائل ج ۱۔ص ۲۲۹)

ایک اور مقام پر حدیث کی بنیاد کو کمزور کرنے کیلئے لکھتے ہیں:

''مجرد حدیث پر ایسی کسی چیز کی بنا (بنیاد) نہیں رکھی جاسکتی جسے مدار کفر وایمان قرار دیا جائے۔ احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچتی آتی ہیں جن سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ محض گمان صحت ہے نہ علم الیقین۔'' (رسائل ومسائل ج ۱۔ص ۲۱۱)

دیکھ رہے ہیں آپ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سخت محنت اور قربانیوں سے مسلمانوں تک پہنچانے والے محدثین پر مودودی صاحب کس بے دردی سے قلم کا نشتر چلا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ حدیث چند انسانوں کے ذریعے ہم تک پہنچتی ہے اسلئے اس کے صحیح ہونے کی صرف امید کی جاسکتی ہے یقین نہیں اور اس پر ایمان وکفر سے متعلق عقیدے کی بنیاد بھی نہیں رکھی جاسکتی۔(معاذ اللہ)

(٦) ائمہ مجتہدین وفقہائے اسلام پر نکتہ چینی:

اسلام کے وہ امام جنھوں نے قرآن وحدیث کے احکام وقوانین کے معنی ومطلب کو سمجھایا اور علم الفقہ کے نام سے اسے ایک عظیم الشان فن بنادیا، جن کے احسانات کا بدلہ امت مسلمہ قیامت تک نہیں چکا سکتی۔ ان پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مولانا مودودی ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اس وقت کے حالات میں شاہراہ عمل تعمیر کرنے کیلئے ایسی مستقل قوت اجتہادیہ درکار ہے جو مجتہدین سلف میں سے کسی کے علوم اور منہاج کی پابند نہ ہو۔'' (تجدید و احیائے دین۔ص۸۰)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''فقہاء کا قانون اپنی سختیوں کی وجہ سے عورتوں کی زندگیوں کو تباہ کرنے والا اور انھیں مرتد بنانے والا ہے۔''

(ترجمان القرآن مئی ۱۹۴۹ء) معاذ اللہ!

عوام کی نظر میں فقہائے اسلام کے علمی و مذہبی وقار کو ٹھیس پہنچانے کی ایک خطرناک سازش ملاحظہ فرمایئے۔مولانا مودودی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''داڑھی کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مقدار مقرر نہیں کی ہے صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے۔اگر آپ داڑھی رکھنے میں فاسقین کی وضعوں سے پرہیز کریں اور اتنی داڑھی رکھ لیں جس پر عرف عام میں داڑھی رکھنے کا اطلاق ہوتا ہے تو شارع کا منشاء پورا ہو جاتا ہے،خواہ (چاہے) اہل فقہ کی استنباطی شرائط پر وہ پوری اترے یا نہ اترے۔'' (رسائل و مسائل ج ا۔ص ۱۴۰)

ہم نے اسے ''خطرناک سازش'' اسلئے کہا ہے کہ فقہائے اسلام کو اعتماد اور بھروسے کی نظر سے گرانے کیلئے مولانا مودودی نے اس مقام پر حدیث میں بھی تبدیلی کر ڈالی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف داڑھی رکھنے کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے۔داڑھی رکھنے اور داڑھی بڑھانے میں جو فرق ہے وہ ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس حکم کے بعد یہ سوال قدرتی طور پر پیدا ہوتا ہے کہ داڑھی کہاں تک بڑھائی جائے؟ فقہائے اسلام نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے ایک مٹھی اسکی حد بیان کر کے ہمیشہ کیلئے اس سوال کو حل کر دیا ہے۔ان کا استنباط (یہ نتیجہ نکالنا) بے بنیاد نہیں ہے لیکن اس پر مولانا مودودی صرف اس لئے چوٹ کر رہے ہیں کہ فقہائے اسلام اور بزرگان دین کے وقار اور بھروسے کو عام مسلمانوں کے دلوں سے ختم کر کے اپنے سیاسی اقتدار اور حکومت کیلئے راستہ صاف کرنا ہے۔

(۷) امت کے مجددین پر نکتہ چینی:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر سو برس پر اللہ تعالیٰ ایک مرد کامل پیدا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید کے بل پر دین حق کو باطل کی ملاوٹ سے پاک کرتا رہتا ہے۔ شریعت کی زبان میں اُسے ''مجدّد'' کہا جاتا ہے۔ مولانا مودودی کہتے ہیں کہ تیرہ سو برس کی مدت میں جتنے مجددین پیدا ہوئے سب کے سب ناقص تھے یعنی ادھورے تھے۔ مجدد کامل یعنی صحیح مجدد کی جگہ اب تک خالی ہے۔ انہی کے الفاظ میں مجددین اسلام پر ان کی نکتہ چینی ملاحظہ فرمایئے:

''تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجدد کامل پیدا نہیں ہوا۔ قریب تھا کہ عمر بن عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہوتے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کے بعد جتنے مجدد پیدا ہوئے ہر ایک نے کسی خاص شعبے یا چند شعبوں ہی میں کام کیا۔ مجدد کامل کا مقام اب تک خالی ہے۔'' (تجدید و احیا۔ ص ۳۱)

یہ سوال اب تک اپنی جگہ پر قائم ہے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ناقص مجددین کی خبر دی ہے؟ اور پھر کیا تیرہ سو برس کی لمبی مدت میں حضور کا فرمان کبھی بھی کامل طور پر پورا نہیں ہوا؟

(۸) امیرالمومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنھم پر نکتہ چینی:

اپنے وقت کے مشہور تابعی جنکے دورِ خلافت کو اہل علم خلافت راشدہ سے تشبیہ دیتے ہیں، ان پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مولانا مودودی لکھتے ہیں:

''جب تک اجتماعی زندگی میں تغیر واقع نہ ہو کسی مصنوعی تدبیر سے نظام حکومت میں کوئی مستقل تغیر نہیں کیا جا سکتا۔ عمر بن عبدالعزیز جیسا زبردست فرمانروا جس کی پشت پر تابعین و تبع تابعین کی ایک بڑی جماعت تھی اس معاملہ میں قطعاً ناکام ہو چکا ہے۔''

(اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے۔ ص ۲۰)

(۹) سیف اللہ حضرت خالدبن ولید رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی :

اسلامی فوج کے مشہور سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنہیں دربارِ رسالت سے " سیف اللہ" یعنی اللہ کی تلوار کا لقب عطا ہوا اور اسلام کی حیرت انگیز فتوحات جنکے اخلاص و بہادری اور جنگی مہارت کی ملی جلی یادگار ہے ان کی دینی حمیت پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مولانا مودودی لکھتے ہیں :

"اسلام کی عاقلانہ ذہنیت کسی خفیف سے خفیف غیر اسلامی جذبہ کی شرکت بھی گوارا نہیں کر سکتی اور اس معاملہ میں اس قدر نفس کے میلانات سے متنفر ہے کہ حضرت خالد جیسے صاحبِ فہم انسان کو اس کی تمیز مشکل ہو گئی۔" (ترجمان القرآن ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ) معاذ اللہ

یعنی حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نفس کے وسوسوں سے اتنے متاثر تھے کہ اسلامی اور غیر اسلامی جذبے کے بیچ فرق نہیں کر سکے۔

(۱۰) عام صحابۂ رسول پر نکتہ چینی :

انبیائے کرام کے بعد دنیا میں انسانوں کی وہ کامل ترین جماعت جسکے متعلق حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہیکہ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں۔ ان میں سے جسکی بھی پیروی کی جائے ہدایت پانے کیلئے کافی ہے۔ اسلامی کائنات کی ان مبارک و محترم ہستیوں پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مولانا مودودی ایک جگہ لکھتے ہیں:

"برسوں کی تعلیم و تربیت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو میدان جنگ میں لائے اور باوجود یہ کہ انکی ذہنیت میں انقلاب عظیم رونما ہو چکا تھا مگر پھر بھی اسلام کی ابتدائی لڑائیوں میں صحابۂ کرام جہاد فی سبیل اللہ کی اصلی اسپرٹ کو سمجھنے میں بار بار غلطیاں کر جاتے تھے۔"

(ترجمان القرآن ربیع الثانی ۵۷ھ) معاذ اللہ!

اس مقام پر اتنا اور ذہن میں رکھ لیا جائے کہ مشہور و نامور صحابہ کرام کو چھوڑ کر عام صحابہ کو مولانا مودودی "معیاری مسلمان" (پکے مسلمان) بھی نہیں سمجھتے۔ مولانا کے نزدیک چونکہ صحابہ کا قول و عمل دینی احکام کیلئے دلیل نہیں ہے۔ اس لئے "معیاری مسلمان" سے ان کی مراد

کامل مسلمان ہیں۔انکے الفاظ یہ ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ عامی (عام) لوگ نہ کبھی عہد نبوی (نبی پاک کے زمانے) میں معیاری مسلمان تھے اور نہ اس کے بعد ان کو معیاری مسلمان ہونے کا فخر حاصل ہوا۔'' (تفہیمات ص ۳۱۰)

عہد نبوی میں ''عام لوگ'' کون تھے؟ وہ بھی حضور اکرم کے صحابہ ہی تھے مگر انکی گنتی عوام میں تھی۔انہی کے بارے میں فرمایا جارہا ہے کہ وہ ''معیاری مسلمان'' نہ تھے۔اب معیاری مسلمان کون لوگ ہیں۔مولانا کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے۔لکھتے ہیں:

''معیاری مسلمان تو دراصل اُس زمانے میں بھی وہی لوگ تھے اور اب بھی وہی لوگ ہیں جو قرآن وحدیث کے عوامل پر نظر رکھتے ہوں اور جن کی رگ وپے میں قرآن کا علم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا نمونہ سرایت کر گیا ہو۔'' (تفہیمات۔ص ۳۱۱)

یعنی کہنا یہ چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں عام صحابہ نہ قرآن وحدیث کے علم پر نظر رکھتے تھے اور نہ اُنکے دل ودماغ میں قرآن کا علم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا نمونہ سا گیا تھا۔آج بھی جماعتِ اسلامی کا کوئی ممبر یہ خوبیاں رکھتا ہو تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عام صحابہ کے مقابلے میں ''معیاری'' یعنی پکا مسلمان ہے۔معیاری مسلمان ہونے کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اوران کی صحبت کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔

عام صحابہ پر نکتہ چینی کے بعد اب خلفائے راشدین یعنی اسلام کے چار عظیم خلفاء پر نکتہ چینی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

(۱۱) امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی:

اسلامی حمیت وغیرت پر بحث کرتے ہوئے مولانا مودودی ان الفاظ میں خلیفۂ اول پر نکتہ چینی کرتے ہیں:

''یہ (یعنی اسلامی حمیت وغیرت کا معاملہ) اتنا نازک ہے کہ ایک مرتبہ صدیق اکبر جیسا بےنفس اور متورع اور سراپا للّٰہیت انسان بھی اس کو پورا کرنے سے چوک گیا۔'' (ترجمان القرآن ۵۷ھ) معاذ اللہ!

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اندر سے اسلامی حمیت وغیرت جاتی رہی۔

(۱۲) امیر المومنین حضرت فاروق رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی:

شخصیت پرستی کے تعلق سے جاہلیت کے زمانہ کے خیالات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ صحابہ کرام میں بھی مٹتے مٹتے اس کا اثر کبھی کبھی اُبھر جاتا تھا۔ چنانچہ خلیفۂ دوم پر نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس جگر گداز خبر کو سن کر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی حضرت عمر جیسا اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان بھی وفور جذبات میں توازن کھو دیتا ہے۔ تھوڑی دیر کیلئے بھول جاتا ہے کہ قضائے الٰہی کے سامنے بالا و پست سب ایک ہے۔ اور حیران ہو ہو کر سوچتا ہے کہ اتنی بڑی ہستی کس طرح اس معمولی انداز میں گزر جا سکتی ہے۔ پیغمبرانہ شخصیت کی بزرگی کا جو سکہ نفس میں مرتسم تھا اس کی بنا پر وہ آپ کی وفات کا یقین کرنے کیلئے تیار نہ تھے۔''
(ترجمان ربیع الثانی ۵۷ھ)

خدارا! انصاف فرمایئے۔ حضرت فاروق اعظم کی اس بے قراری کی حالت کو جو انکے بے پناہ عشق و ایمان کی وارفتگی کی وجہ سے تھی اسے جاہلی شخصیت پرستی کے اثر کا نتیجہ کہنا حقیقت کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک خلیفۂ راشد پر کتنا سخت اعتراض ہے۔

(۱۳) امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی:

خلافت راشدہ پر جاہلیت کا حملہ کس طرح ہوا۔ اسکی تفصیل بیان کرتے ہوئے مولانا مودودی خلیفۂ سوم پر ان الفاظ میں نکتہ چینی کرتے ہیں:

''ایک طرف حکومت اسلامی کی تیز رفتار وسعت (ترقی) کی وجہ سے کام روز بروز زیادہ سخت ہوتا جارہا تھا اور دوسری طرف حضرت عثمان جن پر اس کارِ عظیم کا بار رکھا گیا تھا۔ (اس اہم کام کی ذمہ داری رکھی گئی تھی) ان خصوصیات کے حامل نہ تھے (ویسی قابلیت نہ رکھتے تھے) جو اُن کے جلیل القدر

پیش روؤں کو عطا ہوئی تھی۔ اس لئے جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماعی میں گھس آنے کا راستہ مل گیا۔ (تجدید و احیائے دین ۔ ص ۳۴)

نعوذ باللہ! تیسرے خلیفہ اسلام حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مودودی صاحب کس بے دردی سے چوٹ کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ ان کے اندر خلافت اور حکومت کی تمام ذمہ داریاں سنبھالنے کی اہلیت نہیں تھی اور ان کی اس کمزوری کی وجہ سے جاہلیت کو اسلامی نظام میں گھسنے کا موقع مل گیا۔ نعوذ باللہ۔

(۱۴) امیر المومنین حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی:

مولائے کائنات حضرت علی شیر خدا کی خلافت کے دور پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا مودودی ان الفاظ میں خلیفہ چہارم پر نکتہ چینی کرتے ہیں:

"اس کے بعد (یعنی حضرت عثمان غنی کے دور خلافت کے بعد) حضرت علی آگے بڑھے اور انھوں نے اسلام کے سیاسی اقتدار کو جاہلیت کے قبضہ سے بچانے کی انتہائی کوشش کی لیکن ان کی جان کی قربانی بھی اس انقلاب معکوس کو نہ روک سکی۔" (تجدید و احیائے دین ۔ ص ۴۳)

حضرت مولائے کائنات کی عظمت پر اس سے بھی زیادہ تیز نشتر دیکھنا ہو تو جماعت اسلامی کے شعلہ مزاج حامی مولانا عامر عثمانی ایڈیٹر تجلی، دیوبند کا یہ بیان پڑھئے: حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون ناحق کا انتقام لینے کے سوال پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لوگوں کو یہ جواب دیا تھا کہ ابھی حالات قابو میں نہیں ہیں وقت آنے پر ضرور انتقام لیا جائیگا۔ اس جواب پر تنقید کرتے ہوئے مولانا عامر لکھتے ہیں:

"انصاف کرو اگر تم معاویہ ہوتے یا معاویہ نہ سہی شام کے ایک عام شہری ہوتے تو کیا بیان شدہ پس منظر و پیش منظر میں جواب علی کو حیلے، گریز، پہلو تہی اور حسن انکار کے سوا نیک نیتی پر محمول کرتے؟" (تجلی دیوبند دسمبر ۵۸ء)

معاذ اللہ! کتنی ناپاک ہمت کے ساتھ نالائق قلم نے ایک ہی حرکت میں مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہانے باز، بدنیت اور فریب کار لکھ ڈالا۔ آخر تنقید کا سلسلہ بڑھتے بڑھتے گالی تک پہنچ ہی گیا۔ حضرت علی ہوں یا امیر معاویہ دونوں صحابی رسول ہیں۔ دونوں ہمارے لئے

احترام کے لائق ہیں۔جو ان دونوں بزرگوں میں سے کسی کو بھی طعنے کا نشانہ بناتا ہے وہ دل کا شقی اور زبان وقلم کا بہت بڑا ظالم ہے۔جماعتِ اسلامی کالٹریچر اسی طرح کا گستاخ ذہن اپنے سانچے میں ڈھالتا ہے۔

(۱۵)قرآن مجید پر نکتہ چینی:

قرآن مجید کے سزا کے قانون پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مولانا مودودی ایک جگہ لکھتے ہیں:

''جہاں معیار اخلاق بھی اتنا پست ہو(یعنی معاشرے میں اخلاقی گراوٹ اتنی ہو) کہ ناجائز تعلقات کو کچھ بہت معیوب (برا) نہ سمجھا جاتا ہو ایسی جگہ زنا اور قذف کی شرعی حد(شریعت کے مطابق سزا)جاری کرنا بلاشبہ ظلم ہے۔''

(تفہیمات ج ۲۔ص ۲۸۱) معاذ اللہ

ظاہر ہے کہ قرآن نے زنا وغیرہ کی جو سزا مقرر کی ہے اس میں کسی ماحول کو جدا نہیں کیا ہے۔اس لحاظ سے وہ مولانا مودودی کے بتائے ہوئے ماحول میں بھی جاری ہوگی اور یہ اُنکی نظر میں بلاشبہ ظلم ہے۔کیا اب بھی کسی کو یہ سمجھنے میں دشواری ہوسکتی ہے کہ مولانا مودودی کا یہ جملہ قرآن عظیم پر کیسا سخت اعتراض ہے؟

اسی قرآن کے متعلق دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''قرآن کریم نجات کیلئے نہیں بلکہ ہدایت کیلئے کافی ہے۔''(تفہیمات ج ۱۔ص ۳۱۲)

یعنی مولانا مودودی کے نزدیک قرآن صرف ہدایت کی ضمانت دیتا ہے نجات کی ضمانت نہیں دیتا۔بتایا جائے کہ جولوگ ہدایت کے ساتھ ساتھ نجات بھی چاہتے ہیں وہ قرآن کے علاوہ کس کتاب کو رہبر بنائیں؟

(۱٦) صاحب قرآن شهنشاہ رسالت محمد رسول اللہ ﷺ پر نکتہ چینی:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذاتی خیالات وخواہشات کو عام انسانی خیالات وخواہشات کی طرح بے حیثیت قرار دیتے ہوئے مولانا مودودی ان الفاظ میں نبوت کے مقام پر نکتہ چینی کرتے ہیں:

''رسول ہونے کی حیثیت سے جوفرائض حضور پر عائد کئے گئے تھے اور جو خدمات آپ کے سپرد کی گئی تھیں ان کی انجام دہی میں آپ اپنے ذاتی خیالات وخواہشات کے مطابق کام کرنے کیلئے آزاد نہیں چھوڑ دیئے گئے تھے۔'' (ترجمان القرآن منصب رسالت نمبر۔ص ۳۱۰) معاذ اللہ!

اس کے بعد لکھتے ہیں: ''رہی عقل تو وہ کسی طرح نہیں مان سکتی کہ ایک شخص کو خدا کی طرف سے رسول بھی مقرر کیا جائے اور اسے رسالت کا کام اپنی خواہشات ور جحانات اور ذاتی آراء (خود کی رائے) کے مطابق انجام دینے کیلئے آزاد بھی چھوڑ دیا جائے۔'' (منصب رسالت نمبر ص ۳۱۰)

یعنی مولانا مودودی کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواہشات عام انسانوں کی طرح نفسانیت کے زیر اثر تھیں اور آپکے خیالات اور فیصلے خرابیوں اور غلطیوں سے پاک نہ تھے اور یہ کہ آپ مجبور محض تھے اور اپنی مرضی سے شریعت کے قوانین میں مداخلت کا کوئی اختیار نہ رکھتے تھے۔ معاذ اللہ

چنانچہ اسکے بعد مولانا مودودی دنیاوی حکومت کی مثال دیتے ہوئے کہ وہ جب کسی شخص کو کسی علاقہ میں وائسرائے یا گورنر مقرر کرتی ہے تو اسے اپنی سرکاری ڈیوٹی انجام دینے میں خود اپنی مرضی سے کوئی پالیسی بنالینے اور اپنے ذاتی خیالات کی بنا پر بولنے اور کام کرنے کیلئے آزاد نہیں چھوڑ دیتی، لکھتے ہیں:

''اب کیا خدا ہی سے اس بے احتیاطی کی امید رکھی جائے کہ وہ ایک شخص کو اپنا رسول مقرر کرتا ہے، دنیا بھر کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے، اسے اپنی طرف سے نمونے کا آدمی ٹھہراتا ہے (وغیرہ وغیرہ) اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد اسے چھوڑ دیتا ہے کہ اپنے ذاتی خیالات کے مطابق جس طرح چاہے رسالت کی خدمت انجام دے؟'' (منصب رسالت نمبر۔ص ۳۱۱)

انصاف شرط ہے! ان جملوں کا ایک ایک لفظ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ مولانا مودودی پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذاتی خیالات و

خواہشات کے مقام کو عام انسانوں کے مقام سے ذرا بھی اونچا نہیں سمجھتے ۔اس لئے مودودی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ جس طرح عام انسان اپنے ذاتی خیالات وخواہشات کے تحت گمراہ ہوجاتے ہیں اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اپنے ذاتی خیالات وخواہشات کے تحت رسالت کے کام انجام دینے کیلئے چھوڑ دیا جاتا تو خدا کی مرضی کے خلاف حضور کے بھی قدم اٹھ سکتے تھے ۔معاذ اللہ!

عام انسانوں پر قیاس کرتے ہوئے حضور اکرم کی ذاتی رائے کے خلاف مودودی صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے اگر وہ آخری حرف نہیں ہے تو ہم کہنا چاہیں گے کہ ''بے احتیاطی'' کے الزام سے پاک رہتے ہوئے خدا یہ بھی تو انتظام کرسکتا تھا کہ اپنے رسول کی فطرت، اسکے دل ودماغ، اس کے ظاہر وباطن کو اتنا سنوار دے اتنا نکھار دے اور شائبۂ نفسانی سے ایسا پاک ومعصوم بنادے کہ ہمیشہ کیلئے گناہ اور خطا کا خطرہ ہی دور ہوجائے اور اس کے ذاتی خیالات، اس کی اپنی خواہشات، اس کے فطری رجحانات، اس کے تمام کام خدا کی مرضی کے عین مطابق ہوجائیں۔

مودودی صاحب اگر کھلے دل سے قرآن وحدیث کو پڑھتے تو ان پر یہ حقیقت کھل جاتی کہ خدا نے ایسا ہی کیا ہے اور اپنے محبوب کو شریعت کے سانچے میں ڈھال کر اور اس کے دل ودماغ اور فکر وخیال کو اتنا ستھرا کر کے دنیا میں بھیجا ہے کہ ان کی ذات سے کسی خطا اور غلطی کا واقع ہونا ممکن ہی نہیں رہا ہے ۔خدا کی مرضی کے خلاف ان کی زبان سے کچھ نہیں نکلتا اور جو کچھ ان کی زبان سے نکلتا ہے وہ خدا کی مرضی ہوتی ہے ۔قرآن پاک نے اعلان فرمادیا: **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ط اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ہ (النجم ۴)** ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے ، وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں کی جاتی ہے ۔

رہی بات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیارات کی تو اس بارے میں عرض ہے کہ کائنات کے نظام میں تصرف کی بات ہو یا شریعت کے قوانین میں تبدیلی کا معاملہ ہر جگہ اللہ رب العزت نے آپ کو اتنا با اختیار بنایا ہے کہ اس تعلق سے اگر قرآنی آیتوں اور حدیثوں کو جمع کیا جائے تو ایک انبار لگ جائے جسکی یہاں گنجائش نہیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ خدا کی جناب میں بے احتیاطی کا لفظ مولانا مودودی ہی استعمال کرنے کی ہمت کرسکتے ہیں ۔ایک مسلمان تو اسکے تصور ہی

سے کانپ جاتا ہے۔لیکن جب بات چل پڑی ہےتو التزاماً عرض کرتے ہیں کہ مودودی صاحب کو بے احتیاطی کی یہ تصویر کیوں نہ سوجھی کہ ''خدا ایک شخص کو اپنا رسول مقرر کرتا ہے، دنیا بھرکواس پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے، اسے اپنی طرف سے نمونے کا آدمی ٹھہراتا ہےلیکن اس کی فطرت ،مزاج اور قلب وذہن کو اتنا بھی نہیں سنوارتا کہ اس کے ذاتی خیالات ،اس کی اپنی خواہشات ،اس کے فطری رجحانات خدا کی عین مرضی کے مطابق ہو جائیں؟''

پھر خدائے قادراور اسکے معصوم رسول کے غیبی تعلقات کو دنیا کی بے اختیار حکومت اور اسکے کمزوریوں اور خطاؤں میں ڈوبے نمائندوں کے مادی تعلقات کی مثال کے ذریعے سمجھانا کتنی مضحکہ خیز اور نامعقول بات ہے یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

سنگدل مزاج کی ایک اور خون کے آنسو رلانے والی داستان سنئے۔حضورصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عرب میں جوزبردست کامیابی حاصل ہوئی اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے مولانا مودودی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ صلاحیتوں پر ان الفاظ میں نکتہ چینی کرتے ہیں:

''نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عرب میں جو زبردست کامیابی حاصل ہوئی اسکی وجہ یہی تو تھی کہ آپ کو عرب میں بہترین انسانی مواد مل گیا تھا۔اگر خدانخواستہ آپ کو بزدل کمزور،کم ہمت ،ضعیف الارادہ اور ناقابل اعتماد لوگوں کی بھیڑ مل جاتی تو کیا پھر بھی وہ نتائج (نتیجے) نکل سکتے تھے؟''
(تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں۔ص ۱۷)

کیا سمجھے آپ؟مودودی صاحب کہنا یہ چاہتے ہیں کہ حضورصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عرب میں جوزبردست کامیابی حاصل ہوئی اس میں خدا کی غیبی مدد حضور اکرم کی پیغمبرانہ صلاحیتوں، کائنات گیر عظمتوں اور کلمہ حق کی روشن سچائیوں کا کوئی دخل بالکل نہیں تھا (معاذ اللہ) بلکہ اتفاق سے حضورصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اچھی لیاقت اور صلاحیت کے لوگ مل گئے تھے اسلئے حضور کامیاب ہو گئے۔اگر خدانخواستہ اسطرح کے لوگ نہ ملے ہوتے تو حضور کامیاب نہ ہوتے۔ یعنی ساری خوبی مومن بننے والوں کی تھی مومن بنانے والے (نبی) کے اندر کوئی کمال نہیں تھا۔

لا الــــہ الا اللہ! کتنے صاف اور کھلے طور پر کمالات نبوت اور آیات الٰہی کا انکار کر دیا گیا۔کیا اس سے بھی زیادہ دلیری کیساتھ کوئی دشمن اسلام

،رسالت کی روشن تاریخ کو بگاڑنے کی ناپاک کوشش کرسکتا ہے؟اور پھر کیا خدا اور رسول کی توہین اور اسکی نعمتوں کے انکار کیلئے اس سے بھی زیادہ کوئی شرمناک طریقہ ہوسکتا ہے؟

نکتہ چینیوں کے بیان کا سلسلہ بہت دور نکل گیا۔آپکا دماغ نہ بھی تھکا ہوتو دل ضرور بوجھل ہوگیا ہوگا۔اب اسے یہیں ختم کرتے ہیں۔زحمت نہ ہوتو ذرا آنکھ بند کر کے پھر ایک بار پچھلے صفحات کے مضمون کا جائزہ لیجئے۔اپنی عقل وخیال کی مدد سے آپ محسوس کریں گے کہ مولانا مودودی ایک ڈکٹیٹر کی طرح جانچ پڑتال کے عہدے پر بیٹھے ہیں اور ایک ایک شخص کا جائزہ لے رہے ہیں۔اس کی زندگی کا پوسٹ مارٹم کررہے ہیں اور کوئی شخص ان کی نظر میں بے داغ نہیں ہے۔ہر شخص کسی نہ کسی الزام میں گرفتار ہے۔

مولانا مودودی کے نکتہ چیں دماغ کا تار جھنجھنا اٹھے گا اگر فتنہ پرداز ذہن لیکر اسی انداز میں کوئی اُن پر بھی تنقید کرنے بیٹھ جائے۔آج مسلمانوں کے دلوں کی ٹھیس کا انھیں کوئی احساس نہیں لیکن بات جب اپنے اوپر آن پڑے گی تو محسوس ہوجائے گا کہ دل کی چوٹ کتنی دردناک ہوتی ہے۔وجدان کے حوالہ سے اس جگہ ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ محبت وعقیدت کی نظر خرابی پر نہیں بلکہ ہمیشہ فضل وکمال پر پڑتی ہے۔

مولانا مودودی کو وہ نظر مبارک ہو جس نے کلیسا کا چراغ لے کر کعبے کے پاسبانوں کا عیب تلاش کیا ہے۔نیچے سے اوپر تک اور امت سے پیغمبر تک اسلام کی ساری ہستیوں پر جس بے دردی کے ساتھ مولانا مودودی کے قلم نے نکتہ چینیوں کا خنجر چلایا وہ پچھلے صفحات میں آپ کی نظر سے گزر چکا ہے۔مولانا مودودی کو اس کا کوئی غم نہیں کیونکہ ان کے خیال میں بڑے سے بڑا انسان بھی بشری کمزوریوں سے پاک نہیں ہے اور اس پر نکتہ چینی کو وہ اپنے قلم کا پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔

تصویر کا دوسرا رخ

تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ مولانا مودودی خود اپنے اوپر نکتہ چینی کے لئے دوسروں کا یہ پیدائشی حق بالکل تسلیم نہیں کرتے۔وہ خود اپنی ذات کو تنقید سے اونچا سمجھتے ہیں اور اپنے پیدا کیے ہوئے جبری ماحول میں ہر شخص کو وہ اپنا ذہنی غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ثبوت کیلئے ملاحظہ ہو۔

ایک مرتبہ جماعتِ اسلامی کے ایک اجتماع عام میں مولانا مودودی کی تقریر کا کچھ حصہ جماعت کے چند ساتھیوں کو ناپسند محسوس ہوا۔اس واقعے کا ذکر جماعت کا ایک مخلص ہمدرد مولانا کے نام اپنے ایک خط میں یوں کرتا ہے

''اختتامی تقریر کے بعض فقرے (جملے) میرے بعض ہمدرد رفقاء (دوستوں) کیلئے باعث تکدر (ناراضی کی وجہ) ہی ثابت ہوئے اور دوسرے مقامات کے مخلص ارکان وہمدردوں میں بھی بد دلی پھیل گئی۔(رسائل ومسائل ج اص ۲۴۱) آگے چل کرلکھتا ہے:''تقریر کی صحت میں کلام نہیں (صحیح ہونے میں شک نہیں) صرف اندازِ تعبیر اور طرز بیان سے اختلاف ہے۔'' (بیان کے طریقے سے اختلاف ہے) خط کا یہ آخری حصہ تقریر کے پس منظر پر روشنی ڈالتا ہے۔''دوسری گزارش یہ ہے کہ حکمت ومصلحت شرعی کا تقاضا ہے کہ فروعی مسائل اور ظواہر سنن کی تغیر وتبدیل (تبدیلی) پر ابتداً اصرار نہ کیا جائے (ضد نہ کی جائے) اور نہ خود عملاً ایسا طرز (طریقہ) اختیار کیا جائے جس سے مسلمانوں میں توحش وتنفر (گھبراہٹ اور نفرت) پیدا ہو۔''
(رسائل ومسائل)

''ابتداً اصرار نہ کیا جائے'' کو غور سے پڑھیے تو مستقبل کا نقشہ واضح ہو جائے گا۔خط اس جملے پر ختم ہوتا ہے:

''جماعتِ اسلامی سے مخلصانہ وابستگی (پر خلوص لگاؤ) اور دلی تعلق کی بنا پر چند سطور (لائن) لکھ رہا ہوں۔امید ہے غور فرمائیں گے۔''
(رسائل ومسائل)

ہزار عاجزی،خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ اتنی نکتہ چینی بھی مولانا کا گھمنڈی مزاج برداشت نہ کر سکا اور اپنے چاہنے اور ماننے والوں کو مطمئن کرنے کے بجائے مولانا اتنا بھڑک گئے کہ اپنے قلم کی شرافت اور سنجیدگی بھی باقی نہ رکھ سکے۔چنانچہ انکے جواب کا یہ حصہ ملاحظہ فرمائیے:

''جنھیں میری اس تقریر پر اعتراض کرنے اور بد دلی اور رنجش (ناراضگی) کا اظہار کرنے میں کوئی تامل (جھجھک،خیال) نہیں ہوتا وہ آخر کس قدر وعزت کے مستحق ہیں کہ انکے جذبات وخیالات کا لحاظ کیا جائے۔ایسے لوگ دراصل بندۂ حق نہیں بلکہ ''بندۂ نفس'' ہیں۔''
(رسائل ومسائل ج ا۔ص ۲۴۴)

خط کا یہ حصہ بھی غور سے پڑھنے کے قابل ہے:

''دراصل جو باتیں میری اس تقریر کو سننے کے بعد اس گروہ کے لوگوں نے کی ہیں ان سے تو مجھے یہ یقین حاصل ہوگیا ہے کہ یہ لوگ فی الواقع (حقیقت میں) دین کے کسی کام کے نہیں۔ان کا ہمارے قریب آنا ان کے دور رہنے بلکہ مخالفت کرنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔''

(رسائل ومسائل)

وہ بندۂ نفس ہیں---دین کے کسی کام کے نہیں---انکا ہمارے قریب آنا دور رہنے سے زیادہ خطرناک ہے---وہ کسی قدر وعزت کے مستحق نہیں---یہ''مہذب گالیاں''مولانا نے صرف اتنی سی بات پر دی ہیں کہ ان غریبوں نے مولانا کی تقریر کو صحیح اور درست مانتے ہوئے بھی صرف بیان کے طریقے اور لہجہ کی سختی کی شکایت کی تھی۔اگر کہیں شامت سے انکی تقریر کے کسی غلط حصے کو غلط بھی کہہ دیا ہوتا تو خدا ہی جانتا ہیکہ ''نادر شاہی عدالت'' سے ان کیلئے کیا سزا سنائی جاتی۔غور فرمایئے! یہ مزاج اس شخص کا ہے جو بڑے بڑوں کی ذات پر حملہ کرنا اپنے قلم کے خنجر کا پیدائشی حق سمجھتا ہے لیکن اپنے''شہر پناہ'' کی ٹوٹی ہوئی دیوار پر ہلکی سی خراش بھی اسے برداشت نہیں۔(یعنی اپنی ذات کے خلاف ایک لفظ سننا بھی اسے منظور نہیں۔)

داستان طلسم کشا

جیسا کہ پہلے لکھا گیا کہ مولانا مودودی عملاً اپنے آپ کو تنقید سے بالاتر (آزاد) سمجھتے ہیں اور اپنے پیدا کیے ہوئے جبری ماحول میں وہ ہر شخص کو اپنا ذہنی غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہیں،اس بات کو اور اچھی طرح سمجھنے کیلئے ایک سنسنی خیز داستان پڑھیئے جس نے جماعت اسلامی کی ساری بنیاد ہلا کر رکھ دی ہے۔داستان اسطرح شروع ہوتی ہے: جماعتِ اسلامی پاکستان کے رُکن ونگراں جماعت حلقۂ لاہور،اور ہفتہ وار اخبار''شہاب لاہور'' کے مالک وایڈیٹر جناب کوثر نیازی جو مولانا مودودی کے پرانے دوست بھی رہ چکے ہیں انھوں نے ۱۲رفروری ۶۵ء کو مولانا کے نام ایک طویل خط بھیجا تھا۔خط لکھتے وقت ان کے خواب وخیال میں بھی نہیں تھا کہ اسے منظر عام پر لانے کی نوبت آجائے گی۔اس لئے انھوں نے پوری بے فکری کے

ساتھ جماعت کی اندرونی غلطیوں اور خرابیوں کو بیان کرتے ہوئے مولانا سے درخواست کی تھی کہ وہ ان مسائل پر غور وفکر کیلئے جماعت کے ممبروں کی اعلیٰ سطح پر ایک ہنگامی میٹنگ بلائیں لیکن مولانا جو ایک لمحہ کیلئے بھی کسی کے آگے اپنے آپ کو جوابدہ نہیں سمجھتے تھے انھوں نے نہ صرف یہ کہ جماعت کے نگراں کا مشورہ ٹھکرادیا بلکہ صرف اتنی سی بات پر انھیں حکم دیا کہ وہ استعفیٰ دے کر جماعت سے الگ ہو جائیں۔ چنانچہ مولانا مودودی کے حکم کے مطابق جناب کوثر نیازی نے ۱۹ر فروری ۱۹۶۵ء کو اپنا تاریخی استعفیٰ نامہ مولانا کی خدمت میں پیش کردیا۔ نیازی صاحب کا خط اور ان کا استعفیٰ دونوں ہندو پاک کے اہم اخبارات ورسائل میں چھپ گئے ہیں۔

روزنامہ "قومی آواز" لکھنؤ مورخہ یکم مارچ ۶۵ء کے حوالہ سے پہلے نیازی صاحب کے خط کے چند اہم پیراگراف پیش کیے جارہے ہیں۔ خیال رہے کہ جماعت میں رہتے ہوئے اور اس سے اپنے دلی لگاؤ کے زمانے میں انھوں نے یہ خط لکھا تھا اس لئے ان کی اس تحریر (خط) کو "جماعت دشمنی" یا "تخریبی سازش" کا چلتا پھرتا الزام دے کر بے اثر نہیں کیا جاسکتا۔

اب ہر طرح کے تعصب کی عینک اتار کر "گھر" کے تعلق سے "گھر کے بھیدی" کا یہ سنسنی خیز بیان پڑھئے۔

جماعتِ اسلامی کے متعلق ایک تاریخی خط کے اہم حصے۔ مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں:

(۱) اس وقت ہماری حالت یہ ہے کہ دوسری بہت سی اصولی غلطیوں کے علاوہ ہم نے عورت کی صدارت کے مسئلہ میں جو روش اختیار کی (جو طریقہ اپنایا)، اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی جو سزا ملے گی اس کا مسئلہ تو الگ ہے، اس دنیا میں بھی اندرون وبیرون ملک ہماری دینی حیثیت ختم ہوچکی ہے۔

(۲) ہم نے غریب اسلام پر جو نوازش کی ہے اور حرمتوں (حرام وحلال) کی ابدی اور غیر ابدی تقسیم کا جو نیا طریقہ پیش کیا ہے اسکے بعد دینی حلقے (اسلامی سرکل) تو ایک طرف رہے دوسرے غیر جانبدار عناصر (غیر جانبدار لوگ) حتیٰ (یہاں تک) کہ اپوزیشن تک کے بعض نمایاں افراد (اہم لوگ) ہمیں ابن الوقت (زمانے کے مطابق کام کرنے والا) اور سیاست کی خاطر دین میں ترمیم وتحریف (تبدیلی) کرنے والا گروہ تصور کرنے لگے ہیں۔

(۳) آپ اجازت دیں تو تحریر کروں کہ حرمتوں (حرام وحلال) میں ابدی اور غیر ابدی کی تقسیم مان لینے کے بعد ہمارا موقف (عقیدہ) منکرین حدیث (حدیث کا انکار کرنے والوں) کے گمراہ کن نظریہ سے بھی زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے۔ اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ جماعتی پالیسی کی جبریت کے تحت (زبردستی کی وجہ سے) میں خود آپ کے اس نئے نظریہ کا دفاع (بچاؤ) کرنے والوں میں شامل رہا ہوں مگر اس کے باوجود اس نظریہ کی صحت (سچائی) مجھ پر واضح نہ ہو سکی۔ (سمجھ میں نہ آسکی)۔

(۴) میری رائے یہ ہے کہ اب ہماری یہ محبوب جماعت اسلامی ایک عجیب وغریب صورت حال سے دوچار ہے۔ ہم نے (الیکشن میں) امیدواری کو حرام قرار دیا۔ اس کیلئے صحابہ تک کی کسی جلیل القدر شخصیت میں امیدواری کا کوئی پہلو ہمارے سامنے پیش کیا گیا تو ہم نے ''اپنی اجتہادی رائے'' کو نص (شریعت کا قطعی حکم) کا درجہ دے کر اس پر تنقید کرنے سے بھی دریغ (پرہیز) نہیں کیا مگر اب ہم اپوزیشن کے ساتھ مل کر امیدواروں سے خود درخواستیں طلب کر رہے ہیں۔

(۵) ہم نے کہا صالح نمائندہ پنچایتی سسٹم سے آئے چاہے جس جماعت یا گروہ سے تعلق رکھتا ہو۔ پھر ہم نے صالح نمائندوں کو جماعت (اسلامی) کے دائرے میں مخصوص (خاص) کر دیا۔

(۶) پہلے ہم پارٹی ٹکٹ کو لعنت کہتے تھے۔ اب محاذ کے ساتھ شریک ہو کر ''غیر صالحین'' کو بھی ٹکٹ بانٹ رہے ہیں۔

(۷) ہم نوٹ پر قائد اعظم کی تصویر چھاپنے پر سخت برہم (ناراض) تھے۔ صدارتی انتخاب میں ہمارے کارکنوں نے ان کی بہن کے تصویری واؤچر گلی گلی فروخت کئے۔

(۸) پہلے ہم نے صدارتی سے بھی بڑھ کر امارتی تصور خلافت پیش کیا۔ اب ہم پارلیمانی نظام جمہوریت کو اسلامی قرار دیتے ہیں۔

(۹) پہلے ہم اسمبلیوں میں اراکین (ممبروں) کی الگ پارٹیاں بنانے کو غیر اسلامی قرار دیتے تھے۔ بعد میں ہم نے خود اس پر عمل کیا۔

(۱۰) پہلے ہم مخلوط (مرد وعورت کے ملے جلے) جلسوں میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ اب مخلوط جلسوں کی صدارت کرتے اور ان میں تقریریں

کرتے ہیں۔

(۱۱) پہلے ہم علماء کے اتحاد کی کوشش کرتے اور موجودہ پارٹیوں کو ساتھ ملانا غلط سمجھتے تھے۔ اب علماء کے اتحاد سے بے نیاز (بے پرواہ) اور سیاسی پارٹیوں کے محاذ کو مضبوط کرنا تقاضائے اسلام سمجھتے ہیں۔

(۱۲) پہلے ہم خواتین (عورتوں) کو ووٹ کا حق دینے میں راضی نہ تھے۔ اب انکی صدارت کیلئے کوشش کرتے ہیں۔

(۱۳) پہلے ہم طلبا (اسٹوڈنٹ) کو عملی سیاست میں حصہ لینے سے روکتے تھے۔ اب ان سے عملی سیاست میں شریک ہونے کی اپلیں کرتے ہیں۔

(۱۴) پہلے ہم جلسوں اور نعروں کو غیر اسلامی کہتے تھے۔ اب غلاف کعبہ تک کے جلوس نکالتے اور اپنے رہنماؤں کیلئے زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں۔

(۱۵) پہلے ہم انسانی (غیر اسلامی) قوانین پر چلنے والی عدالتوں میں مقدمات (کیس) لے جانا بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے۔ اب ان ہی عدالتوں کو ہم عدل وانصاف کا محافظ قرار دیتے ہیں۔

(۱۶) پہلے ہم وکیلوں کو شیطانی برادری کا رکن (ممبر) سمجھتے تھے۔ اب ان ہی کو جمہوریت کا سرپرست کہتے ہیں۔

(۱۷) یقین مانیے! انتہائی دکھ کے ساتھ میں نے جماعتی تاریخ کی طرف یہ اشارے کئے ہیں۔ ان مظاہروں کے بعد اپنے ارکان (ممبروں) کے سوا کون ہماری دینی فکر پر بھروسہ کرے گا؟

(۱۸) جس جماعت کی یہ صورت حال ہو، جس کی قیادت اول سے آخر تک تنخواہ دار ہو، جس میں اظہار رائے (رائے ظاہر کرنے) پر قدغن (پابندی) ہو، جس میں مٹھی بھر لوگ ووٹ کا حق رکھتے ہوں، جس میں آپ کی پیش کردہ (پیش کی ہوئی) علمی اور دینی آراء (رائے) سے اختلاف کرنا جماعت کی مخالفت کرنے کے مترادف (برابر) ہو، اس میں ایسا آدمی کیسے داخل ہوسکتا ہے جو خود سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو؟ ایسا شخص تفصیلات معلوم کئے بغیر شامل بھی ہو جائے تو وہ یہاں پنپ نہیں سکے گا۔

(۱۹) جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ جماعت کی اخلاقی حالت (میں اپنے آپ کو مستثنیٰ قرار نہیں دوں گا یعنی الگ نہیں کہوں گا) انتہائی حد تک زوال پذیر ہو چکی ہے اور حالات روز بروز بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں تو میری مایوسی اور شدید ہو جاتی ہے۔ میں نے اس سلسلہ میں کئی مرتبہ آپ کو توجہ دلائی ہے اور مجھے یاد ہے ہر بار آپ دل گرفتہ ہو کر سر تھام کر بیٹھ جاتے تھے اور اعتراف (تسلیم) کر لیتے تھے کہ یہ سب کچھ آپ کو معلوم ہے مگر آپ کچھ نہیں کر سکتے۔

(۲۰) ۳۱ راکتوبر ۶۳ء کو میں نے تحریری طور پر (لکھ کر) عرض کیا تھا کہ احیائے دین کا کام کرنے کیلئے جو کم سے کم ضروری صفات (خوبیاں) ہم میں ہونی چاہئیں۔ ہماری عملی زندگی ان کی شہادت (گواہی) نہیں دیتی۔ جماعت کے دروبست (عہدوں) پر قابض بھاری بھاری مشاہرے (تنخواہ) لینے والے ہمارے بعض رہنما ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے، الزامات عائد کرنے (الزام لگانے) اور چغلی اور غیبت کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ بعضوں کی بول چال تک آپس میں بند ہے۔

(۲۱) اختلاف رائے کو برداشت نہیں کیا جاتا۔ ہاں میں ہاں ملانے والے علم دین سے کورے اور عربی زبان سے بالکل نابلد (ناواقف) افراد (لوگوں) کو جماعت کی صف اول (پہلی لائن) میں لانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

(۲۲) ہماری تنظیم میں یہ رجحانات (خیالات) ہمارے لئے سب سے بڑا خطرہ ہیں اور اس وقت لوگ اگر ہمارے باہمی تعاون (آپسی مدد) اور تعلقات کے مداح ہیں (تعریف کرتے ہیں) تو اسکا سبب یہ ہے کہ دوسری جماعتوں کی طرح ہمارے اندرونی حالات خوش قسمتی سے اخبارات میں شائع نہیں ہوتے۔

(۲۳) جماعت میں باہمی عداوتیں (آپسی دشمنی) ترقی پر ہیں۔ لین دین کے معاملات میں کارکن تو ایک طرف رہے، ہمارے رہنما تک افسوسناک کردار رکھتے ہیں۔ امانتیں ضائع ہو رہی ہیں عشر اور زکوٰۃ کی رقوم (روپے) خالص سیاسی اور انتخابی مہمات (مہم) اور ہمہ وقتی کارکنوں کی تنخواہوں پر صرف (خرچ) کی جارہی ہے۔ رائج الوقت (موجودہ زمانے کی) سیاسی بحثیں اتنی مرغوب (پسندیدہ) ہو چکی ہیں کہ ہماری مجالس میں خدا اور رسول کا

تذکرہ بھی برائے بیت رہ گیا ہے۔عبادات میں ہم سخت تساہلی (کاہلی) کا شکار ہیں اور شاید یہ بھی ہمارے لٹریچر کا غیر شعوری اثر ہے جس میں عبادات کو (مقصود نہیں) مقصود کیلئے ذریعہ اور وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔

(۲۴) میرا خط طویل (لمبا) ہوگیا۔اس میں بعض تکلیف دہ باتیں بھی یقیناً ہوں گی اور آپ ہمیشہ مجھ پر جو شفقت فرماتے رہے ہیں اس کے پیش نظر (ہوتے ہوئے) اتنی جرأت بھی مجھ کو جسارت (بے باکی) نظر آتی ہے لیکن خدا گواہ ہے کہ میں نے یہ سب کچھ معاندانہ (دشمنی کے) جذبے سے نہیں ایک حقیقی بہی خواہ (بھلا چاہنے والے) اور ہمدرد کے جذبے سے سپرد قلم کیا ہے۔(لکھا ہے) (قومی آواز لکھنؤ کیم مارچ ۶۵ء)

تبصرہ

نیازی صاحب کا یہ طویل مراسلہ (خط) اتنا واضح ہے کہ اسکے اہم حصوں پر روشنی نہ بھی ڈالی جائے جب بھی جماعتِ اسلامی کی ''پراسرار دعوت'' اور ''فکری مصنوعات کی سجی ہوئی دوکان'' کے پیچھے جو ''شرمناک سچائیاں'' ہیں وہ پورے طور پر بے نقاب ہوگئی ہیں۔اس آئینے میں جماعت کی تنظیمی، دینی، اخلاقی، سیاسی اور فکری حادثوں کی جو تصویر نظر آتی ہے اسے دیکھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ''جماعتِ اسلامی'' دینی جرائم کی تاریخ کا ایک خوبصورت ٹائٹل ہے۔

ان سنسنی خیز انکشافات کے بعد کیا اب بھی جماعتِ اسلامی کے لوگ اِقامت دین اور اسلام کے سیاسی اقتدار (اسلامی حکومت) کے جھوٹے نعروں سے سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دیتے رہیں گے؟ اب آگے مولانا مودودی کے نام کوثر نیازی صاحب کا وہ استعفیٰ نامہ پڑھیئے جس نے بیچ چوراہے پر جماعتِ اسلامی کو ننگا کر دیا ہے۔

استعفیٰ نامہ کے یہ پیراگراف گہری توجہ کے ساتھ پڑھنے کے قابل ہیں۔

(۱) آپ کی طرف سے میرے خط مورخہ ۱۲رفروری ۶۵ء کا جواب موصول ہوا (ملا)۔مجھے افسوس ہے کہ کہیں ان دردمندانہ معروضات (گذارش) پر غور کرنے کے بجائے آپ غصہ میں نہ آجائیں۔وہی ہوا اور آپ نے مختصر جواب میں وہ سب کچھ کہہ دیا جو غصے کی حالت میں کہا

جاسکتا ہے۔

(۲) آپ نے فرمایا ہے کہ جماعت کی پالیسی اور حالات کے متعلق ایک مدت سے میں جس اضطراب (بے چینی) میں مبتلا تھا اُسکے ہوتے ہوئے مجھے بہت عرصہ پہلے جماعت سے مستعفی (الگ) ہوجانا چاہئے تھا۔ آپ کا یہ ارشاد بظاہر قابل التفات (توجہ) نظر آتا ہے لیکن اگر آپ تھوڑی دیر کیلئے جذبات میں آنے کے بجائے ٹھنڈے دل سے غور کرتے تو اسطرح کا انداز ہرگز اختیار نہ فرماتے الخ۔

(۳) میں نے جماعت کو حق کا علمبردار (حق کا پیغام دینے والی) سمجھا تو اسکی ایک ایک بات کی تبلیغ وتائید میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور جن لوگوں نے جماعت کی مخالفت کی اُنکے حملوں سے اسے محفوظ رکھنے کیلئے اپنی تمام توانائیوں کو نچوڑ دیا۔ اب اگر میں اپنے سترہ سالہ تجربات کی بنا پر اس آخری فیصلے پر پہنچ چکا ہوں کہ جماعت فکری وعملی دونوں پہلوؤں سے صراط مستقیم (سیدھے راستے) سے بھٹک چکی ہے اور اس فیصلہ کا اظہار میں اسلئے لوگوں کے سامنے کروں کہ جن ہزاروں افراد (لوگوں) کو میں نے جماعت سے متعارف کرایا کم از کم ان کے سامنے بری الذمہ ہوجاؤں (ذمہ داری سے آزاد ہوجاؤں) تو میرا یہ طرز عمل (طریقہ) کیوں حقیقی بہی خواہی پر مبنی نہیں ہوگا؟

(۴) یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو آپ تجدید واحیائے دین کا کام کرنے کیلئے اولین (پہلی) ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ صدیوں پہلے فوت (انتقال) ہونے والے ان نفوس قدسیہ (پاک بندوں) پر شدید ترین تنقید کریں جو تقویٰ، للّٰہیت، اخلاص اور دین کیلئے ایثار کرنے میں ضرب المثل (خوب مشہور) ہوں اور پھر اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے آپ مستقل تصانیف شائع فرمائیں (کتابیں چھاپیں) لیکن اگر کوئی شخص دیانت داری سے مسلسل تجربات وشواہد کے بارے میں یہ رائے ظاہر کرے کہ آپ کا طرز عمل (طریقہ) غلط، دین کے خلاف یا مسلمانوں کے لئے گمراہ کن ہے اور وہ اپنی اس رائے کو باقاعدہ دلائل (دلیلوں) کے ساتھ پیش کرے تو آپ اس شخص کے بارے میں یہ فتویٰ صادر (جاری) کریں کہ یہ اخلاص اور للّٰہیت سے محروم (خالی) ہو چکا ہے اور بعض دوسرے محرکات کے تحت (دوسروں کے اُکسانے کی وجہ سے) یہ کام کررہا ہے۔

(۵) ۱۹۴۱ء سے لیکر اب تک جس کسی شخص نے جماعت سے اختلاف یا علیحدگی (جدائی) اختیار کی آپ نے ہمیشہ اس کے بارے میں ان ہی

دوسرے محرکات (اُکسانے) کاذکر فرمایا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہیکہ وہ اس اختلاف میں مخلص نہ تھا،تو مجھ ایسا سراپا معصیت (گنہگار) آپ کی اس نوازش (ریمارک) پرشکوہ سنج کیوں ہو۔(شکایت کیوں کرے)البتہ یہ بات انتہائی تعجب کاباعث (سبب) ہے کہ کل تک جوشخص خودآپکے نزدیک پورے حلقے (جماعت) کے قیم (نگراں) سے لے کرامیر تک کے لئے انتہائی موزوں (مناسب) آدمی تھا،اس فیصلے کے بعدآپ اسکے دوسرے ''محرکات''متعین فرمانے لگے ہیں۔(اسکے دوسرے اکسانے والوں کادعویٰ کرنے لگے ہیں)

(٦) آپ کےاس خط کے بعداب میں جماعت میں شریک رہنے کاکوئی جواز (جگہ) نہیں پاتا۔لہٰذا میں جماعتِ اسلامی کی رکنیت سے مستعفی ہوتا ہوں اوراپنے رؤف ورحیم رب سے انتہائی شرمساری اور عاجزی کے ساتھ دعاکرتا ہوں کہ جماعت کے جبری نظام کے تحت میں نے جماعت کی جن غلط باتوں کی تائید(طرفداری) کی ہے اور بالخصوص جن بعض دینی حقائق (سچائیوں) کو جماعت کے غلط فیصلوں کی وجہ سے غلط تاویلات کی صورت میں پیش کرنے کامرتکب (گنہگار) ہوا ہوں اللہ تعالیٰ انھیں معاف فرمائے اور مجھے اس کی تلافی کرنے کی توفیق عطافرمائے۔(روزنامہ قومی آوازلکھنؤ ۴/مارچ ۶۵ء)

یہ بات انتہائی مبارکباد کے قابل ہے کہ سترہ سال تک ذہنی گمراہی اور جماعتی دھوکے کے اندھیروں میں قید رہنے کے بعد نیازی صاحب کو سلامتی کے ٹھنڈے اجالوں کی طرف واپس آنے کی توفیق نصیب ہوئی۔جماعتِ اسلامی کی جن تباہ کرنے والی گمراہیوں کوتسلیم کرنے کیلئے آج اچانک اُنکے دل کابند دروازہ کھل گیا ہے اب کھلے عام انھیں محسوس کرنے کیلئے سوائے اس ایک پردے کے جسے ''جماعتی تعصب'' کہتے ہیں اورکوئی چیز بیچ میں رکاوٹ نہیں ہے۔کوثر نیازی صاحب کے اس تعریف کے قابل فیصلے نے جماعتِ اسلامی کے بناوٹی ماحول سے حقیقت کی طرف پلٹنے کیلئے ہر ذہن میں حق کوتلاش کرنیکی ایک نئی تحریک پیدا کردی ہے۔

خیال رہے کہ جماعتِ اسلامی ہندہویاپاکستان، جماعتی نصب العین (مقصد) اورلٹریچر کے اشتراک کے ساتھ فکری طور پرمولانا مودودی کا دماغ دونوں ہی کی قیادت کامرکز ہے۔اسلئے نظام ترکیبی کے معمولی فرق سے جماعتی مزاج پرکوئی خاص اثرنہیں پڑتا۔

جماعت اسلامی کا نیا صنم خانہ

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ مولانا مودودی اپنے آپ کو تنقید سے بالاتر سمجھتے ہیں اور اپنے پیدا کردہ جبری ماحول میں وہ ہر شخص کو اپنا ذہنی غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہیں اس کی تازہ مثال نیازی صاحب کے مراسلہ اور استعفا نامہ میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جماعتِ اسلامی کے لوگ اسلام کی ساری مستند ہستیوں سے کٹ کر صرف مولانا مودودی کی ذہنی غلامی پر کس درجہ یقین رکھتے ہیں اور اُنکی عظمت پر ایک ہلکا سا نشتر بھی اُنکے نزدیک کتنا ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔ یہ بحث اسلئے چھیڑی جا رہی ہے تا کہ دوسروں کی عظمت کو اپنے قلم کا نشانہ بنانے والے یہ محسوس کر سکیں کہ جذبۂ عقیدت کی ٹھیس کتنی دردناک ہوتی ہے؟ اسکی ایک واضح مثال ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

ماہنامہ تجلی دیوبند کے ایڈیٹر مولانا عامر عثمانی جو جماعتِ اسلامی کے شعلہ مزاج حامیوں میں ہیں اور جن کا آبرو ریز قلم ہمیشہ بڑے بڑوں کے ناموس سے کھیلتا رہتا ہے۔ انھیں کسی نے لکھا کہ آپ نے اپنے ایک مضمون میں مولانا مودودی پر چوٹ کی ہے۔ بس اتنی سی بات پر عامر صاحب اپنے ذہن کا سارا توازن کھو بیٹھے۔ اور شریعت و عقل کی ساری حدوں کو پھلانگ کر مولانا مودودی کے ساتھ اپنے جذبۂ عقیدت کا یوں اظہار کیا:

''وہ شخص مولانا مودودی پر کیا چوٹ کریگا جس نے مولانا موصوف کی خداداد عظمت و عبقریت کے آستانے پر دن کی روشنی میں ''سجودِ نیاز'' لٹائے ہوں۔'' (تجلی فروری ۶۳ء۔ ص ۵۴)

معاذ اللہ! عقیدت کا خمار بھی کتنا ایمان شکن ہوتا ہے۔ یہی مولانا عامر ہیں جنھیں ایمان کے سائے میں بھی شرک کے صنم خانے نظر آتے ہیں اور جن کے عقیدے میں اللہ والوں کی چوکھٹ پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہی سو برس کا ایمان غارت ہو جاتا ہے، لیکن قیامت ہے کہ وہی عامر صاحب مولانا مودودی کے آستانۂ عظمت پر دن کی روشنی میں سجدۂ نیاز لٹا رہے ہیں اور ان کے عقیدۂ توحید کو ذرا ٹھیس بھی نہیں لگتی۔

یا للعجب! کہ جو اولیاء اللہ کے آستانے پر ''نیاز بے سجدہ'' کو شرک جلی سمجھتا ہے وہ اپنے ممدوح کے سنگِ آستاں پر سجدۂ نیاز لٹاتے ہوئے ایمان کا فخر محسوس کر رہا ہے۔

ضمیر کا فیصلہ

مودودی جماعت اسلامی کے نظریات اورلٹریچر کا مقصد کیا ہے اس کا اندازہ آپ نے پچھلے صفحات کو پڑھ کر کرلیا ہوگا۔خلفائے راشدین،ائمہ مجتہدین،محدثین اوراپنے اپنے دور کے مجددین کل بھی قابل احترام تھے، آج بھی ہیں اورمسلم سوسائٹی میں ہمیشہ احترام کے لائق سمجھے جائیں گے۔یہ صحیح ہے کہ نہ تو وہ نبی تھے اور نہ ہی خطا سے پاک لیکن حدیث پاک "**خیرالقرون قرنی ثم یلونھم ثم یلونھم**" **الخ** کے مطابق وہ اپنی دینی معلومات علمی بصیرت،قوت اجتہاد،زہد وتقویٰ عبادت وریاضت،اتباع سنت،روایت ودرایت وغیرہ میں نہ صرف یہ کہ ہم سے اعلیٰ تھے بلکہ اُنکے نظریات تعلیمات اورطریقے کو اپنانا ہمارے لئے کامیابی کی ضمانت ہے۔ہم ان کی ذات یاان کی خدمات میں کیڑے نکال کر یا تنقید کر کے ان کا تو نہیں مگر اپنا نقصان کر رہے ہیں۔

جماعت اسلامی اپنی تنظیمی خدمات میں دین سے ناواقف لوگوں کو صحیح اورسچی دینی معلومات تو نہیں دے سکی البتہ اس کے مودودی لٹریچر کے نتیجے میں امت مسلمہ کے وہ بچے اورنوجوان جو اپنی فکری آزادی اورماڈرن خیالات کے باوجود بزرگان دین اورصحابۂ کرام سے عقیدت واحترام کا جذبہ رکھتے تھے اب کھلے عام ان پر طعنہ زنی کرنے لگے ہیں۔اگر یہی حالت رہی تو دین سے امان اٹھ جائے گا اورعلمائے حق نے سر دھڑ کی بازی لگا کر دین کے جس سرمائے کو بحفاظت ہم تک پہنچایا ہے،بے حیثیت ہوکر رہ جائے گا۔

جماعت اسلامی کو پوری نیک نیتی سے اپنی تحریک پر نظر ثانی کرنی چاہیے اورمحبوبان خدا پر تنقیدوں اورگستاخیوں سے توبہ کر کے اپنے لٹریچر کو غلط عقائد ونظریات سے پاک کر کے نئے سرے سے ترتیب دینا چاہیے۔اگر صحابہ خلفائے راشدین امام ابوحنیفہ امام بخاری غوث اعظم خواجہ غریب نواز مجدد الف ثانی جیسے اکابر مذہب وملت پیغمبر نہیں تھے اورخطا سے پاک نہیں تھے تو چودہ صدی کے مولانا مودودی صاحب بھی نہ پیغمبر ہیں اور نہ ہی خطا سے پاک! بشری کمزوریوں کی وجہ سے ہر ہر قدم پر غلطی ہوسکتی ہے اور ہوئی ہے۔اسلئے ہوائے نفس کے تحت اسلام کی عزت وآبرو سے کھیلنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی بازپُرس سے ڈرنا چاہیے جس کی گرفت بہت ہی سخت اورعذاب بڑا ہی دردناک ہے۔اللہ تعالیٰ قبول حق کی توفیق عطا فرمائے،آمین۔

بدمذہبوں کا رد کرنا فرض اعظم!

حیثیت کے مطابق اس کام میں روپیہ خرچ کرنا مسلمانوں پر فرض!

سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان سے پوچھا گیا کہ جب گمراہ جماعتیں مسلمانوں کو بہکانے کی کوشش کریں اور اُنکے عقیدے میں شک پیدا کرکے انھیں اپنے ساتھ ملانا چاہیں، ایسے حالات میں وعظ کی مجلسیں قائم کرکے عوام کے ذہن کو صاف کرنے اور اُنکے شک کو دور کرنے کیلئے بدمذہبوں کو جواب دینا اور اُنکا رد کرنا فرض ہے یا واجب، مستحب ہے یا جائز؟ اور یہ کہ ان کاموں میں روپیہ خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اس سوال کا جوب دیتے ہوئے سیدنا اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ

''جب کوئی گمراہ بددین رافضی ہو یا مرزائی، وہابی ہو یا دیوبندی وغیرہم خذلہم اللہ تعالیٰ اجمعین مسلمانوں کو بہکائے، فتنہ وفساد پیدا کرے تو اُس کا دفع اور قلوبِ مسلمین سے شبہات شیاطین کا رفع فرض اعظم ہے۔ جو اس سے روکتا ہے یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَهَا عِوَجاً میں داخل ہے کہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، اُس میں کجی چاہتے ہیں۔'' چند سطروں بعد بددینوں کے رد سے روکنے والوں کے تعلق سے فرمایا ''شیطان کے مکر کو دفع کرنے سے روکنا شیطان کے سوا کسی مسلمان کا کام ہوسکتا ہے؟'' اسکے بعد مسلمانوں کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ ''اُن پر فرض ہے کہ جسکا فتنہ اٹھتا دیکھیں، سدّباب کریں (روکیں)۔ وعظِ علما کی ضرورت ہو، وعظ کہلوائیں، اشاعت رسائل کی حاجت ہو، اشاعت کرائیں۔ حسب استطاعت اس فرض عظیم میں روپیہ صرف کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب فتنے یا فساد یا بدمذہبیاں ظاہر ہوں اور عالم اپنا علم اُس وقت ظاہر نہ کرے تو اُس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے۔ اللہ نہ اُسکا فرض قبول کرے نہ نفل۔ جب بدمذہبوں کے دفع (رد) نہ کرنے والے پر یہ لعنتیں ہیں تو جو خبیث ان کے دفع کرنے سے روکے اُس پر کس قدر اشد غضب ولعنت اکبر ہوگی۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ۹ ص ۲۸۶)

مسلمانو! درج بالا عبارات پر غور کرو کہ بد مذہبوں کا رد کرنا اور اُنکے فتنوں سے لوگوں کو بچانا کتنا اہم کام ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت نے اسے ''فرض اعظم'' بتایا اور اس کام میں اپنی حیثیت کے مطابق روپیہ خرچ کرنا مسلمانوں پر فرض قرار دیا۔ اس سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے جو اپنی نادانی اور جہالت کی وجہ سے لوگوں کو اس کام سے روکتے ہیں اور غضب الٰہی کے مستحق بنتے ہیں۔